للہ المنتہ والامتنان کہ دریں اوان فیض اقتران دیوان بلاغت نشان

یعنی

دیوان فرید اردو

تصنیف لطیف

حضور گنجینۂ فیوض ربانی خزینۂ علوم رحمانی خواجہ غلام فرید بلبلہ قدس سرہ کوٹ مٹھن شریف

باہتمام

مدرسہ عربیہ اسلامیہ منبع الفیوض اویسیہ رضویہ حامد آباد مطبوع شد

ہر قسم کی درسی و غیر درسی، عربی، فارسی، اردو کتابیں دیوان بزرگان اور قرآن مجید

سیپارے۔ قاعدے سستے نرخ پر ملنے کا پتہ

اویسیہ رضویہ حامد آباد ڈاکخانہ چکلاڑان بہاولپور ڈویژن

قیمت ایک روپیہ عہ

الله

بسم الله الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا علی رسولہ الکریم

ثنائے حق ادا ہو کس طرح تسوید انساں سے
درود مصطفٰے کا مجھ سا نالائق ہے کب لائق
سگ درگاہ بوبکر و عمر عثمان حیدر کا
غلام خواجگان چشت آگے پیدا ہونے سے

جو ہے ترکیب جسکی اک خطا سے اور نسیاں سے
گروہ کتنے مراحل دور ہے ممکن کے امکاں سے
ہوا ہوں میں ازل سے تا ابد تک صدق ایماں سے
ہوئے ہیں جان و دل آئے دستوا نہ دل و جاں سے

فرید اب افتتاح دفتر دیوان کی کیجو
کہ تا دیوانے بن جائیں ہزاروں تیرے دیواں سے

اپنے گھر ہوں اب مجھے اس کا وطن یاد آ گیا
چارہ غم میں مضطرب ہے شل دل میرے کے وہ
چاک کر ڈالا گلوں نے پیرہن کو جب مجھے
رو دیا اس واسطے شاید کہ کب ہوگا نصیب

گویا بلبل کو خزاں میں گل چمن یاد آ گیا
شاید کہ اس سیماب کو سیمیں ذقن یاد آ گیا
سیر باغستان میں وہ گل پیرہن یاد آ گیا
عاشقوں کا دل ہیں جب خونیں کفن یاد آ گیا

طوف احرام مناسک حج کے بھولے فرید
کعبے میں جب وہ بت ایمان شکن یاد آ گیا

افسوس مجھکو یار نے دل سے جدا کیا
پھر میرے دشمنوں کو بجان آشنا کیا

کیا کج روش ہے دہر کی دشمن بنا دیا
جس پر ازل سے میں نے سر اپنا فدا کیا

کیا کچھ کروں میں اپنی خرابی کی گفتگو
نہ وہ کیا رقیب نے جو د ربا کیا

بد بخت مجھ سے کم ہو زیادہ جہان میں
جس نے بھلا کیا مجھے اس نے برا کیا

جو ہو فلک کی کیا میں شکایت کروں فرید
بدنام ہر گلی میں مجھے بر ملا کیا

بت کے ہر ناز کو میں رازِ خدا کا سمجھا
اس کے دشنام کو اعجازِ مسیحا سمجھا

میں نے کعبے کو بھی بتخانے کا نقشہ سمجھا
اپنے لبیک کو ناقوسِ کلیسا سمجھا

ذوقِ وحدت سے ہر اک چیز کو اعلےٰ سمجھا
چغد کو مثلِ ہما زاغ کو عنقا سمجھا

میں نے ہر قطرے کو دریا سے زیادہ سمجھا
ذرّے کے نور کو خورشید سے بالا سمجھا

مے پرستی میں میرے دل کی ترقی دیکھو
خمِ گردوں کو اک ادنےٰ سا پیالا سمجھا

کیوں نہ واجب ہو مجھے سجدہ تمہارا اے بت
میں نے نقشِ کفِ پا تیرے کو کعبہ سمجھا

شور و شر دیکھا زمانے میں زمانے کا اگر
دلِ غمگیں نے اُسے عشق کا چرچا سمجھا

طور کے نور کی اور وادیٔ ایمن کی قسم
تیری مہندی میں فسخِ یدِ بیضا سمجھا

آپ سے آپ کیا اس کے لبِ خنجر پر
اپنے جلاد کو شاید کہ میں عنقا سمجھا

عشق بازی میں میرا رتبہ ایسا ہی فرید
قیس بھی مجھکو گرو آپ کو چیلا سمجھا

بیمار راتی بلا دے مجھکو یارب آشنا میرا
نہیں تجھ سے سوا کوئی اے خدا مشکل کشا میرا

کبھی معشوق جگ کے جو کہ نہیں آپس میں ہیں مانے
وہ جس کا کوئی نہو ثانی وہی ہے دلربا میرا

ارے زاہد تو مت نازاں ہوا پنے زہد لاتے پر
عبادا توں سے ہے خالق بتوں کا پوجنا میرا

میرے دل ہو چکی ہے جب سے اُسے مہتاب کی منزل
سدا خورشید پر فیضان کرتا ہے ضیا میرا

فرید اسی غمزدہ خونخوار سے کشتہ ہوا تو کیا
کہ خود دیکھنا تیری نظر ہے خوں بہا میرا

بیاں کس طرح ہوگا مجھ سے شان فخر عالم کا
کہ بعد از انبیاء وہ فخر ہے اولاد آدم کا

تفرقہ میں اوسی کے جمع قلبی دیکھ کے ہر دم
ثنا کرتا ہے اس پر روح ابراہیم ادہم کا

میری آنکھوں سے وہ نور نبی جب چھپ گیا اس میں
جمادی الاول اب مجھ پر بنا ماہ محرم کا

ہیں فرقت میں اوسکے جو کہ حال خلق دیکھا ہے
سما سکتا نہیں دفتر میں شمہ ایسے ماتم کا

اگر چاہیں فرید اپنے لئے شاہی دو عالم کا
ہمیشہ ورد کر پیر مغاں کے اسم اعظم کا

بیت الحزن میں مجھکو بٹھا کے چلا گیا
آتشکدہ میں جان کو جلا کے چلا گیا

لطف و غضب کا خاتمہ دیکھو اے دوستو
دل میں جگر میں جان میں سما کے چلا گیا

جس کی نظر ہے بکر لئے خوں بہا میرا
آنکھوں چھپا کے خون بہا کے چلا گیا

کس کو کہوں میں حال کہ انواع ظلم کے
سنے میں جو کہ کم تھے دکھا کے چلا گیا

سب ہم نے تجھے قبول و لیکن فرید وہ
پھر آوے جو کہ دل کو پھنسا کے چلا گیا

پردیسی جب اس نور رخ کو نکالا
سب کہنے لگے سلمک اللہ تعالیٰ
ہیہات وہ کرتا نہیں مشتاق پہ شفقت
افسوس کہ لیتا نہیں عاشق کا سنبھالا
لاشے کو میرے دیکھ کے کہنے لگا ہنس کر
کیا مکر کا ڈھنگ اس نے نکالا ہے اک اعلیٰ
آوازۂ وحشت کے بیاں کا ہوں اتنا
اک دوئی مریدوں سے ہماری دغا لا

نایاب فرید ایسا ہے موجود زمیں پر
کبھو عالم سفلی کا نہ محتاج ہو بالا

پھر میری آنکھوں سے اب خون جگر پیدا ہوا
بار دیگر درد کا دل میں شجر پیدا ہوا
جس کو عالم غیب مطلق جانتا ہے علم
لے گیا بانہ وہ میرے چشم تر پیدا ہوا
بعد مدت کے ہوا دیدار جاناں کا نصیب
حمد للہ نخل محنت کا ثمر پیدا ہوا
جب شب فرقت میں نور صبح ہوتا ہے عیاں
جانتا ہوں روز محشر کا سحر پیدا ہوا

بوستاں دل میں جبکہ آب عشق آیا ہے فرید
گلبن اندوہ و غم کا برگ و بر پیدا ہوا

دل کو تپ فراق نے اخگر بنا دیا
جان کرادسیکے زیج سندر بنا دیا
ہم ملتجی ہیں اس شہ عالی جناب کے
بندے کو جس نے رشک سکندر بنا دیا
فرقت میں یار کے دُر دنداں کی یاد میں
اشکوں سے چشم عالم گوہر بنا دیا
پھرتا ہوں مثل ریگ رواں کوہ دشت میں
آوارہ اس کے رتن کی ٹھوکر بنا دیا
اس زلف مضطرب کے تو تاثیر دیکھیو!
اپنے مثال مجھکو بھی مضطر بنا دیا
میرے لئے مدام سے آنکھوں کو اے فرید
سناک اور غمزے کو خنجر بنا دیا

دلم ضعف سے میرا نہیں جاتا نہیں آتا ۔ اس حال پہ بھی رشک مسیحا نہیں آتا

سر خاک رقیبوں کا جگر چاک ہے غم سے ۔ کچھ ترس تجھے او بت ترسا نہیں آتا

تا کعبہ سمجھ کر اُسے مسجود بناؤں ۔ کیوں ہاتھ ترا نقش کف پا نہیں آتا

کیا بُت کے تصور نے مزہ خوب دکھایا ۔ رویا میں بھی کعبے کا ارادہ نہیں آتا

ہے گنج شہیداں ترا گنج سعادت ۔ جُز خضر مسیحا کوئی اس جا نہیں آتا

رکھتے ہی قدم وادی غم میں ہوا نا کی ۔ کچھ عشق کا ڈھب اور دل شیدا نہیں آتا

سُنکر میرے اشعار کہ ہیں مادۂ وحشت ۔ کیوں سر میں مرے سودا تیری سودا نہیں آتا

اس ملک میں ہے کون کہ نظم اپنی سمجھے ۔ ناسخ کو بھی یہ درد کا نسخا نہیں آتا

دریائے محبت کا شناور ہوں فرید آج
افسوس کہ ہاتھ اپنے سہارا نہیں آتا

کیا کیا کہوں کہ یار نے مجھ سے بُرا کیا ۔ نہ دشمنوں نے کیا وہی جو آشنا کیا

میں ہوں غلام اس کا ازل سے ابد تلک ۔ کیا ہی اگرچہ اُس نے جفا پر جفا کیا

ساجد جناب حضرتِ بُت کا ہوں صبح و شام ۔ اے مومنوں جُدا ہوا ہوں خدا کیا

سرگشتہ مجھ سے کب ہو زیادہ جہان میں ۔ اہل وفا بھی مجھ پہ ستم کو روا کیا

گلزار لالہ زار میں لگتا نہیں ہے دِل ۔ صیاد نے قفس سے مجھے جب رہا کیا

کیا کچھ کہوں میں گردشِ گردوں کا حال ۔ سو طرح کی بلا سے مجھے مبتلا کیا

اپنے نصیب کی کیا شکایت کہوں فرید ۔ آخر مجھے رقیبوں کا جا خاکپا کیا

گر سر میں سرِ زلف بتِ چین نہ ہوتا
گر عشق نہ ہوتا غم عشق نہ ہوتا
شاید کہ ہدف ہوتا کس ابروئے کماں کا
سجدہ سمجھتا رخ خوباں کو میں کیونکر
کیوں نزع میں بھی پیاس گلو ہے اسی کا
تنہائی سے مرجاتا اسی وقت بلا میں

کچھ چین نہ جاتے غم سنگین نہ ہوتا
پژمردہ یہ اتنا دلِ غمگین نہ ہوتا
گر تیر قضا مجھ پہ مجھے کین نہ ہوتا
نور آنکھوں کا میرا جی خدا بین نہ ہوتا
گر آب تیری تیغ شیریں نہ ہوتا
گر درد میرا مونس دیرین نہ ہوتا

ہو جاتا پراگندہ میرا دل بھی فرید آج
ملحوظ جو دلدار کا تسکین نہ ہوتا

میں ہوں سگ آستانہ فخرِ جہاں کا
روز ازل سے اسکے نازوں کا ہوں خرید
نہ دیر کی طلب ہے نہ کعبہ سے التفات
باغِ جہاں کا پھول زخم اس کے واسطے
ہجر و وصال واصل مہجور ہے وہی
سلطان عارفیں ہے برہان کاملین

شیروں سے فوق مرتبہ ہے میری شان کا
مالک ہے میرے دین دل و جان مان کا
ساجد ہوں پنجو تن میں پیر مغاں کا
خنجر جو ہے مار کے نوکِ سنان کا
حق الیقیں میں شائبہ کب ہی گمان کا
اور واسطہ ہے کون و مکاں کے امکان کا

دونوں جہاں میں میرے لئے وہ ہوا ہے فرید
خواہ رتبہ مکان و خواہ لامکان کا

نقش پا میں تیرے میں نقش اقصیٰ دیکھا
کیا کیا کہوں یار کا کیا میں سراپا دیکھا

کوچے کی گرد کے ہر ذرہ میں کعبہ دیکھا
اک عجب نور الٰہی کا تماشا دیکھا

دل ہر دل میں ترے شور کا غوغا دیکھا
آج دل ایک عجب چاند کا مکھڑا دیکھا
کیا ہی پامال ہوا جان و جگر اور دلِ جاں
دیکھ کے خلد بریں کہنے لگا دل غمگیں
میں نے بتیا مجھے دل اپنی کا نقشہ سمجھا
میرے دل درد و غم عشق کا اور شور جنوں
ستم و جور و جفا کیونکہ نہ ہو اس پر تمام
سُن کے تیغ ابرو کے اوصاف کو سر چاٹ گیا
لیلےٰ و یوسف و شیریں سبھی موجود ہیں ولی
یدِ بیضا کو بھی تھا دل میں خیال اپنا لگا
یہاں تنہا نہیں ہے تذکرہ اے غیرت حور
نہ تجھے دیکھا ہے میں نہ ترے نقشے کو کبھی
اتنی کسی پیر کی درگہ پہ نہیں ہوتی ہے خلق
اور مخلوق ہے کیا بلکہ سلیماں ہے مطیع
جس کی رونق سے بنا خانۂ دل رشکِ ارم
کیوں نہ ہو خلق خدا کو وہ دل و جاں سے عزیز
اب آتش ہی بنے مچھلی سمندر ہو جا
تجھ پہ ہے رنگ کا اتمام مجھے داغ کا ختم

سر بسر میں ہمارا اسیر سودا دیکھا
جس کے آگے مہ و خورشید کو ذرہ دیکھا
عشق کو ایک قوی غضب خدا کا دیکھا
اس کے گھر کا یہ اک ادنےٰ سا نمونا دیکھا
آسماں پر جیسے کبھی گرد و بگولا دیکھا
قیس و فرہاد سے صد چند زیادہ دیکھا
جس کے قامت کو قیامت سے بھی بالا دیکھا
اپنے عیسائی کو اے حضرت عیسےٰ دیکھا
محو و مفتوں ہوئے جب وہ رُخ زیبا دیکھا
تیری بیعت کے جب تیرا کف پا دیکھا
جنتوں میں بھی ترے عشق کا چرچا دیکھا
لیک یوسف کو ترے نقشے کا خاکہ دیکھا
اپنے بے پیر کے مدرسہ جو میں میلا دیکھا
میں نے شاید کہ کبھی یار کا چھلا دیکھا
ایک غم سلسلہ دنید تعالےٰ دیکھا
جس کے آگے مہ کنعاں کو زلیخا دیکھا
مجھ سے پر سوز اگر جانب دریا دیکھا
باغ میں تجھ سا نہ گل مجھ سا نہ لالہ دیکھا

فیض عام اس کے آگے ہیں نے شبہہ فریاد
عرش و افلاک دریوزیکا سا دیکھا

وہ بت عین وفا پھر بے وفا کیونکر ہوا
اُس پہ جس سے ملک دل یہ ہو گیا ویران ہو دل
درد و غم کھانے سے اک دم میں ہنسا ہوتا ہوں سیر
وہ ہم اور ہم اس سے پل نہوتے تھے جُدا

لطف و احسان و کرم جور و وفا کیونکر ہوا
آپ ہی تو جا کر بتا دو کیونکر ہوا
رشد ارشد مجھکو ایسا اشتہا کیونکر ہوا
اب رقیبوں سے وہ جا کر آشنا کیونکر ہوا

جس کو ہر دم وصف آزادی میں کہتے تھے فریاد
آپ اسیر پیچش زلف دوتا کیونکر ہوا

ہجر کے ایام میں چین جگر جاتا رہا
وہ مسیحا دش مجھے جلاد سے کچھ کم نہیں
تپ کا مجھکو دن ہر شب ہجر شب ہر روز حشر
اس کا دل آخر تلک میری طرف مائل نہیں

گلبن آرام دل کا برگ و بر جاتا رہا
نزع کی حالت میں مجھکو چھوڑ کر جاتا رہا
جبکہ میرے گھر سے وہ رشک قمر جاتا رہا
شاید اس دور سے میں آہوں کا اثر جاتا رہا

ناصحا معذور ہوں مجھ پر نہ کچھو دل کو تنگ
بے ہنس ساقی نہیں شاہد نہیں ہوائے غزید

عشق کے مکتب میں یہ علم و ہنر جاتا رہا
کیا خزاں آئی گل و برگ و ثمر جاتا رہا

یار جیسا کوئی دلدار نہ دیکھا ہے سُنا
دیا پیدا رسوا پا دل و دیں کا دشمن
تیری زلفوں میں جو طرح پھنسا ہے یہ دل

ایسا بھی ظالم و خونخوار نہ دیکھا نہ سُنا
شوخ و بدمست ستمگار نہ دیکھا نہ سُنا
دام میں کوئی گرفتار نہ دیکھا نہ سُنا

اے دوست دل میں نے کیا تفحص جگ میں
تم سے جیسا کوئی بیمار نہ دیکھا نہ سنا

نام تیرا جو مزا دیتا ہے رگ رگ میں
قند اور شکر میں اے یار نہ دیکھا نہ سنا

جس نے یہ غزل سنی کہنے لگا وہ تو فریدی
بیتا اس کا کوئی بیکار نہ دیکھا نہ سنا

ویرانی کو سنکر میرے آباد بہت رویا
زنجیر میرا دیکھ کے آزاد بہت رویا

رشک لب دیدار سے شیریں ہوئی تلخی
اور دیکھ کے حال اس کا فرہاد بہت رویا

قامت کے تیرے وصف ہوئے فاش تو جب
سرو و نخل طوبیٰ شمشاد بہت رویا

تری سے میری اور تری سنگدلی سے
سنگ و جبل و آہن و فولاد بہت رویا

احوال میرا دیکھ کے جو اس نے کیا مجھ پہ
ظلم و ستم و جور اور بیداد بہت رویا

جب میں نے فریدی آ کے قدم در میں پایا ہی
درس و کتب و مکتب و استاد بہت رویا

مانند شمع رکھتا ہوں شعلہ دہن کے بیچ
بلبل گل کی طرح آگ ہے سارے بدن کے بیچ

سمجھیں گے ہیں قبر کو ہے روز حشر آج
گر بیقرار ہو کے پکاروں کفن کے بیچ

غوغا ترے جمال کا پیدا جو اس میں ہے
فریاد تیرے عشق کی ہے مرد و زن کے بیچ

ہے تیرے انتظار میں نرگس کشادہ چشم
لالہ بھی ایک پا یہ کھڑا ہے چمن کے بیچ

ممکن ہے جو کمال کے اوصاف اس میں ہیں
لیکن نہیں ہے لطف وہ سیم تن کے بیچ

دل زلف داغ مشک کی خوشبو کے رشک سے
ہے پیچ و تاب شاخ غزال ختن کے بیچ

اے باد اس کے گھر میں گر تجھے رسا نہیں
پہنچا فریدی خاک کو اس کے وطن کے بیچ

سودا کہے جی دیکھی غزل اے فرید
سو رمز ہے نہاں تیرے اک سخن کے بیچ

ہوا ہے جو کہ بدل حضرت بتوں کا مرید
بتوں کو دیکھ کے بھولا ہے کلمۂ اسلام
جو آستانِ جنابِ بتوں کے ہیں ساجد
میری نیاز ہے ہر آن اس لئے دو چند

اُسیکا فاتحہ نیک اور خاتمہ ہے سعید
یہ ابتدائے رسالے میرے کی ہے تمہید
نہیں ہے رحمتِ حق اک آن اُن سے بعید
کہ اس کے ناز کو ہر لحظہ ہے کمالِ جدید

نہ آج کا ہے کہ ناصح کے پند سے بدلے
کہ ہے ازل سے دلآرام کا غلام فرید

سر ہے نثار حضرتِ علی کی راہ پر
پاؤں اس کے بادشاہِ جہاں چومتے ہیں سب
جسکو ہے ایک ذرہ درد اس کا دل کے بیچ
بہر خدا مجھے جی کرے اک نگہ کبھو

قربان جان و دل ہوئے اس کی چاہ پر
خاک اوسکے پاؤں کی ہے جس کے کلاہ پر
روزہ نماز حج فدا اس کی راہ پر
دنیا و دینداروں میں اُسی نے اک نگاہ پر

یہ قصہ مختصر ہے فرید اس کے وصف میں
بعد از خدا ہے تاج شہی میرے شاہ پر

جاناں سے نہیں ہے تا کبھی دل کو ہے پرہیز
کافر ہے جفا کار ہے خونخوار ہے بد کیش
تیری نگہ ہے تیر قدر سے بھی زیادہ

میثاق سے عشق کیا دل میں حق آمیز
اور رشک بلا کو کہا ہے حرب چنگیز
ہے تیغ نگہ تیغ قضا سے بھی بہت تیز

آزاد ہوں حیواں سے نہ کوثر کی ہے حاجت
نہ شیخ کی حاجت نہ برہمن کی غرض ہے

جب مجھکو دیا یار کے لب بادۂ لبریز
جب سلسلۂ زلف نے دل کو کئے آویز

گھونگھٹ نہیں کوئی رُخ دلدار کو ہرگز
میں پردہ فرید آپ میانہ ہے تو برخیز

بے دام پھنسایا ہے صیاد کو شاباش
نقاش بنے اسلیئے شاید کہ کبھی شبہ
دل کاٹ کے میرا نہ دی رخصت تکفین
واقف جو ہوا اس کا بنا تارک آباد
نادیدہ صنم کے نئے ہم جان کے برباد

بے وجہ کیا خون مجھے - جلاد کو شاباش
کھنچیں گے اُسے مانی و بہزاد کو شاباش
شاباش تجھے اور ترے بیداد کو شاباش
ویرانی میری حسرت آباد کو شاباش
شاباش مجھے اور میرے استاد کو شاباش

کھودا ہے اسی کوہ کو میں نے تو خودی نے
بھولا ہے فرید آپ کو بھولا نہ کبھی یار

شاباش مجھے کیسو کیا فرہاد کو شاباش
صد بار ہمارے دل شاد کو شاباش

سوائے حضرت انسان نہیں کوئی مظہر کامل
یہ مظہر عین ظاہر ہے کہا پیر مغاں ہمکو
مجھے ہے بُت پرستی حق پرستی یک ہی یار و
نظیر خلق کے خشکی ہے سب دنیا نہیں ظاہر
ملک جن و بشر سب خاکبوسی اس کی کرتے ہیں
فرید اس واسطے ہر نیک و بد کا خاک بوساں ہی

اسی سے او بُت حق کی مجھے ہر ہر زماں حاصل
نہیں مانیگا وہ جو لذت وحدت سے ہی غافل
اسی باتوں سے ہے زاہد بہت نادان و لا یعقل
وہی آنکھوں میں سب دریا ڈوغرق اب کیا جاہل
صنم کی آستاں کا جو ہوا ہے ساجد بادل
کہ اس کا نور ہی ہر ایک کس کے قدرت موں نا قابل

آج وہ شب ہے کہ اس شب میں ہے آرام حرام
روز ناکامی ہے اس روز میں ہے کام حرام

جس کے دین اور دل و جاں کو بتوں نے لوٹ لیا
کس طرح اس پہ نہ ہو کعبے کا احرام حرام

جو ہو گا بادہ پرست اور رہے خویش پرست
اس کا آغاز ہے بد اور سرانجام حرام

زلفِ خوباں کی جسے باندھنے پڑ لیں زنار
ہو چکا اس پہ تو میثاق سے اسلام حرام

جس کو کچھ میل ہو جناب کی یا حوروں کی
اے فریدؔ اس کو ہوا عشقِ دلآرام حرام

ایسے دردِ دل میں مبتلا ہیں ہم
گویا عینِ غم و بلا ہیں ہم

جور اتنا کرو نہ میرے اُوپر
اے بتو بندۂ خدا ہیں ہم

بن گئے ہیں جہاں سے بیگانہ
جب سے اس بُت کے آشنا ہیں ہم

میل زاہد کی طرف کچھ بھی نہیں
لیک رندوں کی خاکِ پا ہیں ہم

دیر و کعبے سے دِل نہیں لگتا
یار کے در کے جبہ سا ہیں ہم

ظاہرًا سبز باطنًا پُر خُون
گویائے خاک کربلا ہیں ہم

خواب میں بھی نہیں ہے وصل نصیب
بے نصیبوں کے پیشوا ہیں ہم

جیسے ہیں اس کے ہیں وہی جانے
گرچہ ناچیز و ناسزا ہیں ہم

سربسر عاشقِ خدا ہوں فریدؔ
عشق مخلوق سے جُدا ہیں ہم

مکتبہ اویسیہ رضویہ حامد آباد

جمال نور الٰہی کا جس پہ ہوا اتمام
ہزار سالہ عبادت بتوں نے لوٹ لی
نماز یہ ہے کہ ہوں پنجوقت ساجد بت
دل اور دین کو بتوں اب تو کر دیا پامال

پری حور و ملک کیوں نہ ہوں اس کے غلام
میری طرف سے کہو جا کے واعظوں کو پیام
صیام یہ ہے کہ ہوں صبح و شام ہم لب جام
ولے خدا کو جز کس طرح بنے انجام

یقین ہے جن کے ہے رہبر خرام خوبوں کے
فرید ان کے لئے راہ فقر ہے اک گام

نہ غرض کعبے کی ہے مجھکو نہ احرام سے کام
ہم تو صیاد کا رخ دیکھ قفس میں ڈھل گئے
ساجد یار ہوں میں دیر و حرم سے آزاد
جو کرے اس پہ رضامند ہوں دل و جان سے ہم
تری بلبل مشتاق میرے بن گئے ہیں
فخر یہ کریں فخر دو جہاں کا ہوں غلام

لیک مجھے اس بت کا فروش خود کام سے کام
نہ تو کچھ دانے کی تھی طلب نہ تھا دام سے کام
میل نہ کفر کی رکھتا ہوں نہ اسلام سے کام
کچھ نہ آغاز سے راحت ہے نہ انجام سے کام
جب پڑا ہے مجھے اس سرو گل اندام سے کام
اور نہ ننگ سے مطلب ہے نہیں نام سے کام

نور اس کا ہے عیاں صورت فرید میں
اسلئے رکھتا ہوں ان سے سحر و شام ہی کام

آرام میری جان کو شام و سحر نہیں
کیا کیا شب فراق کی کھولوں اذیتیں
آزاد دل سے اپنے یہ نکتہ عجب سنا

جس دن سے میرے پاس وہ آرام بر نہیں
وہ دن ہے کہ جس کی سحر تا حشر نہیں
ہے اس کے پاس زر جو جسے پاس زر نہیں

سودا نہیں ہے جس میں ترا ہے وہ سر کہاں
ہم مومنوں کو جتنا بتوں سے ہے خوف و رنج

اور دل کہاں ہے جس میں ترا شور و شر نہیں
کفار کو خدا سے جہنم کا ڈر نہیں

مت عرض کر اسی کو فریاد اپنی بے کسی
شکوہ عبث ہے ان کا توجہ ادھر نہیں

اپنے ایمان کی تاثیر لئے پھرتے ہیں
عمر تک ہو چکی پامال رقیبوں کے ہیں ہم
زوج یوسف کا میری طرف میں ہے حسد ی
جو سنے درد سے مانند دلا از دہو جائے
دل لگی جیسے اسے کھینچ لیا ہے پل میں
اپنے صیاد کے دل جاتی ہے تیروں کو
اے دے سفاک دغا پہ میرے نظر نہ کر

بت بے پیر کو ہم پیر لئے پھرتے ہیں
دل لگانے کی یہ تدبیر لئے پھرتے ہیں
دل میں ہم یار کی تصویر لئے پھرتے ہیں
شعر کیا بلکہ یہ اکسیر لئے پھرتے ہیں
یہ عجب نسخہ تسخیر لئے پھرتے ہیں
کیسے ڈھب کا ہی نخچیر لئے پھرتے ہیں
دل دو جان دیکے تیرے لئے پھرتے ہیں

میں ہوں ایک اور خوبان جہان کے ہیں فریاد
سب میرے واسطے زنجیر لئے پھرتے ہیں

الٰہی خاک لاؤ زار جا گیر و گلستاں ہوں
تصور میں بتوں کے دیر ہے اب کعبہ دل کا
اگرچہ نصوف نحو صرف و منطق میں ہوں علامہ
کہیں ہوں زینت صحرا کہیں ہوں زیب ہوں کا

کہ سر سے پاؤں تک غبار غم یا داغ ہجراں ہوں
بتوں میں سید الکفار ظاہر میں مسلماں ہوں
مگر مکتب میں اہل عشق کے اک طفل ناداں ہوں
کہیں خاشاک گورستاں کہیں ریگ بیاباں ہوں

اگرچہ سب سے بھی کم مرتبہ ہوں کوئے جاناں میں
ولی پاؤں میں غیروں کیلئے خارِ مغیلاں ہوں
خیالِ زلف و دندان و لب خوبانِ عالم میں
بیابانِ ختن بحرِ عدن کوہِ بدخشاں ہوں
نقیب اپنا فغاں ہے چتر سر پہ دود آہوں کا
بگولا سا امیرانہ کیا قوی سلطان حرماں ہوں

نہیں لکھا سیہ نامی میں میرے جز سیہ کاری
فریدیؔ ار بد ہوں پر امیدوار لطف غفراں ہوں

بندۂ زلف بتوں کا میں دل و جان سے ہوں
لوگ ہیں کفر سے آزاد میں ایمان سے ہوں
داغ فردوس کا میں داغوں کے لبستان سے ہوں
رشک دوزخ کا تپ سینۂ سوزاں سے ہوں
قیس و فرہاد نصیحت کے لئے آتے ہیں
عجب آشفتہ میں وحشت کے بیابان سے ہوں
ابرِ باران بہاری کی طرح اے یاد و
سرو پا گریہ اُسے تو گل خنداں سے ہوں
کہیں ناسور کہیں زخم کہیں آبلے ہیں
ہمہ تن باغ میں فیض دلِ نالاں سے ہوں
زائرِ کوچۂ جاناں ہوں نہیں جانتا ہوں
کشور سندھ سے یا خاکِ خراساں سے ہوں

جلتی سب خلق کو ہے درد سے لفرت واللہ
ہم فریدیؔ اتنی پڑے درد و درماں سے ہوں

بے پردہ نورِ دوست کا جز و کل میں ہے عیاں
غنچے میں گل میں سرو میں سنبل میں ہے عیاں
خالی نہیں ہے نورِ قدم سے عدم کوئی
جتنا ہے گل میں اتنا ہی بلبل میں ہے عیاں
کوتاہ فکر زلف کا کیا کیا کرے بیان
تفصیل اس کی دورِ تسلسل میں ہے عیاں
واللہ میری آنکھ یار
دیدے کے دوزخ اور کفر کی کاکل میں ہے عیاں

سید کی طرح عاشق بیدل فریدا پر
جلوہ تیری جمال کا ہر گل میں ہے عیاں

تیرے سے طرز دیکھے نہ اُلٹی ادا کہیں
آفت کہیں غضب کہیں برق بلا کہیں

اس کے گھر کے گدا یا نہ وضع میں
حاکم کہیں امیر کہیں بادشاہ کہیں

سا جا میں خاک کوچۂ جاناں کو روز شب
مرسل کہیں نبی کہیں اور اولیا کہیں

آوارہ جستجو میں سراغ نگار میں
عنقا کہیں ہما کہیں باد صبا کہیں

اشدرے فرط حسن کہ اس کی نگاہ ناز
جادو کہیں سحر کہیں معجزہ کہیں

خون اشتیاق بوسۂ دست دہاں میں
سرخی کہیں ہے پان کہیں ہے حنا کہیں

تیرا ستم ہے کافۂ عشاق کے لئے
شفقت کہیں کرم کہیں مہر و وفا کہیں

ماں دادگان کے حق میں شمشیر جور یاز ہیں
صحت کہیں حیات کہیں خون بہا کہیں

ہیں مست اک نگاہ سے اس کے فریدا وتہی
زاہد کہیں نقیب کہیں پارسا کہیں

جاناں تجھے ستمگر نہ کہوں تو کیا کہوں
تیری نگاہ کو خنجر نہ کہوں تو کیا کہوں

جانور عالم یغول ہے سبھی تجھ میں ہی عیاں
تجھکو خدا کا مظہر نہ کہوں تو کیا کہوں

سب اس سے بیقرار ہیں میدان ورد میں
جلوہ کو تیرے محشر نہ کہوں تو کیا کہوں

گریہ کروں تو خندہ زنی مجھپہ کرتا ہے
ساجن کے دل کو پتھر نہ کہوں تو کیا کہوں

جو خاک ہو چکے تیرے پاؤں میں ای صنم
ان کو جہاں کا سرور نہ کہوں تو کیا کہوں

پابند کر کے غم فرقت میں جل گئے
ہے دل میں یار درد جگر میں تپ فراق

دل کو پتنگ بے پر نہ کہوں تو کیا کہوں
میں آپ کو سمندر نہ کہوں تو کیا کہوں

مشکلکشا فرید نہیں غیر اس کا کوئی
ہر مشکلوں میں حیدر نہ کہوں تو کیا کہوں

رو کے گر درد کا بیان کروں
حال پنہاں گر کروں ظاہر
میں ہوں اس کا وہ کس کا ہے اے دل
تیری آنکھوں کا جب خیال آوے

سارے عالم کو پُر فغاں کروں
شور کا دوسرا جہان کروں
جا کے اس کا بھی امتحان کروں
اپنی آنکھوں کو خون فشاں کروں

نقد احقر ہے آئے فرید نثار
اس پہ گر جان و خانماں کروں

زندہ ہوں خواہ بیجان جو کچھ کہوں سو میں ہوں
محروم کوئی جاناں مقتول تیرا ہجراں
پُر جوش نار فرقت مجروح نوک حسرت
سرشار و رند بے دیں اندوہناک غمگیں
سلطان ملک غربت شاہ دیار کربت
رو پوش دو جہاں سے آزاد خانماں سے
ساجد بتوں کی رو کا مشتاق ان کی خو کا

پُر نم ہوں یا کہ سوزاں جو کچھ کہوں سو میں ہوں
محبوس دام حرماں جو کچھ کہوں سو میں ہوں
سرگشتہ و پریشاں جو کچھ کہوں سو میں ہوں
زار و نزار حیراں جو کچھ کہوں سو میں ہوں
خار خلیدہ درجاں جو کچھ کہوں سو میں ہوں
نظارہ روئے خوباں جو کچھ کہوں سو میں ہوں
سرو فتر مجاں جو کچھ کہوں سو میں ہوں

آفت رسیدہ و دل گم گشتہ پائے در گل
سیار دشت وحشت سیاح بزم حیرت

مایوس کردہ دوراں جو کچھ کہ ہوں سو میں ہوں
آوارۂ بیاباں جو کچھ کہ ہوں سو میں ہوں

کہتا ہے فخر عالم فرید ہر دم
جگ میں عیاں و نہاں جو کچھ کہ ہوں سو میں ہوں

شاغل ہوں انگار رقیبوں کے پیار میں
سو نوک ناز دیکھتا ہوں خار خار میں
سادی روش ہے جس نے لیا لوٹ دین و دل
جس کے کیکڑوں میں آتش اس گلعذار کی
کس طرح وہ بچے جو پڑے اس کے بیچ میں
جاگا قرار اہل قرار اس کی آہ سے
عاشق وقت چومے مرے پا تو ہے بجا
ماتم میں اس کے کیوں نکرنہ ہو اشکبار
جو ہے مجھے رقیب کو ہو جو آسے مجھے
جان و جگر و تن ایمان و دین و دل

موسم خزاں کے آگے فصل بہار میں
کیا عیش ہوں گے جاؤں کہ جب لالہ زار میں
ہیہات جب وہ آئیں گے طرح سنگار میں
جنت ہو جاوے جاوے جی دوزخ کی نار میں
سو سو بلا ہے زلف کے ہر تار تار میں
تاثیر کیا عیاں ہے تیرے بیقرار میں
راحت نہاں ہے جتنی میرے اضطرار میں
آتشکدہ ہے جس کے دل زار زار میں
دل چاہتا ہے لیک نہیں اختیار میں
تیرے قدم پہ وارتا ہوں وار وار میں

دیوانہ دل کو اپنے کیا کیا کہوں فرید
ہے اس کا کام جو کہ نہیں اس کے کار میں

صنم جب اگر کوئی دیگر ہووے تو میں جانوں
میری اے آہ تجھ پر در دکھاتا ہے سبھی عالم
کبھی خوں ہو کے بہتا ہے کبھی اخگر ہو جلتا ہے
نہیں ہرگز بہ جا اس گریہ بے پایاں پہ کچھ ہم کو

ملک یا حور یا جن یا بشر ہووے تو میں جانوں
وہ لے اس سنگ دل کو کچھ اثر ہووے تو میں جانوں
میرے جیسا اگر کس کا جگر ہووے تو میں جانوں
مگر نخل محبت کو ثمر ہووے تو میں جانوں

دخاں ہو یا چکر ہو سمندر ہو یا بگولا ہو
فریدا ایسا کوئی زیر و زبر ہووے تو میں جانوں

عاشق روئے خدا ہوں غیر سے مطلب نہیں
ایک ڈال ہوں ایک خواں ہوں ایک جگ ہوں ایک گو
زہد سے تقویٰ سے دین سے دور رہتا ہوں
طوف کرتا ہوں میں اپنے کعبۂ دل کو مدام
ماہ رویاں کے نہیں اک ذرہ دل میں لہر کچھ
رند ہی وستی پہ ابر رحمت و اکرام ہوں
گرچہ شاہ کشور عرفان ہوں لیکن فرید

سالک راہ ہدیٰ ہوں غیر سے مطلب نہیں
سب میں اس کو دیکھتا ہوں غیر سے مطلب نہیں
طالب فقر و فنا ہوں غیر سے مطلب نہیں
اپنا خود عاشق ہوا ہوں غیر سے مطلب نہیں
آپ اپنا مبتلا ہوں غیر سے مطلب نہیں
زہد پہ برق بلا ہوں غیر سے مطلب نہیں
فخر عالم کا گدا ہوں غیر سے مطلب نہیں

مجھ جہاں کا نور ہر اشیاء میں ہے عیاں
دوزخ میں پلصراط میں شعلے میں نار میں
کعبے میں مسجدوں میں کنشتوں میں دیر میں
کوہ طور اور وادیٔ ایمن کے نور میں
غنچے میں گل میں سرو میں لالہ میں داغ میں

برہما و بشن و آدم و حوا میں ہے عیاں
حور و قصور و جنت و ماوی میں ہی عیاں
مومن میں مشرکوں میں نصاریٰ میں ہی عیاں
موسیٰ میں نار میں ید بیضا میں ہے عیاں
سنبل میں اور نرگس شہلا میں ہی عیاں

ڈھولک میں سر میں تال میں گانوں میں راگ میں
خوبان ماہ رخ قد طوبیٰ میں ہے عیاں

مت بات کر فرید کہ یہ شرک ہے خفی
حاصل کلام کہہ کہ سبھی جا میں ہے عیاں

کس کا درد دل ہے تیری جیب جگر چاک نہیں
کس کو ہجراں میں ترے موت سا تا باک نہیں

یار پوچھے جیسے تجھے بادِ صبا کہہ دینا
دشت جنت سے سوا اس کے کوئی املاک نہیں

عشق کا درد ہے وا شد سبھی لذات کا لب
شاد کب ہووے جو وہ عشق کا غمناک نہیں

عشق میں گرچہ خطا ہووے عطا ہوتے ہیں
اس میں ناپاک ہو یا پاک ہو ناپاک نہیں

کس طرح پائے گا وہ منزلِ مقصود فرید
جو تگ و پو کا رستے میں چالاک نہیں

کس طرح ترک اس بتِ ماہ لقا کروں
کچھ بس نہیں ہے میرے ایسے دل کو کیا کروں

وہ خضر اس سے ہوتا ہے جو اس کا جستجو
صد بار جان و دل سے اگر ہم وفا کروں

شاید کہ اس کے کوچے سے ہو لول حرم کی پاس
میں اپنے دل کو طائر قبلہ نما کروں

یہ پوچھا بتوں کا مجھے حق ہے زاہدا
جب بت سے ہم نظارہ جمال خدا کروں

لائق سگاں کرچہ اس کا نہیں انتشار
گر جان کو دل کو سر کو بدن کو فدا کروں

ہر لمحہ میں فرید کا منشا نہیں وصال
آپ اپنے خون بہا کے رقم برملا کروں

وہ کون ہے کہ قتیل تیرے عشق کا نہیں
وہ کون ہے کہ پائے تیری کی جان فدا نہیں

وہ کون خوبرو ہے کہ تیرا نہیں غلام
وہ کون ماہ ہے کہ شہ کی تیرا خاک پا نہیں

زاہد ہزار رند ہو ہوشیار خواہ مست
بُت خانے میں کُنشت میں کعبے میں دیر میں
وہ شد میری آنکھ خدا بین کی نظر میں

وہ کون ہے کہ زلف میں تیری پھنسا نہیں
دلدار سے سوا مجھے کوئی رونما نہیں
کوئی نہیں ہے بُت کہ وہ عینِ خدا نہیں

میں اس کا ہوں قبول کرے یا نہ اے فرید
اس کی نہیں میں اور میرا کوئی اس کے سوا نہیں

ہر لحظہ تیری حسن کے سامان پہ قربان
عذرا ہے ترے عارضِ تابان پہ قربان
جس کفر میں زلفوں کے تیری دین گیا برباد
اے دل نہ کر اندیشہ کہ خوبانِ جہاں بھی
جو داغ ترے عشق کے ہیں آگ کے دل میں
دیوانہ تیرا شاہ بھی، اسکندر رستم کی
کس ناسخ خوباں کے ہیں سودائے پراشعار

اے جان میری جان ہے تیری جان پہ قربان
لیلیٰ ہے تیری زلفِ پریشان پہ قربان
مومن ہیں ہزار ایسے بے ایمان پہ قربان
سمجھا ہیں سگِ کوچۂ جاناں پہ قربان
فردوس ہے اس داغوں کے بستان پہ قربان
کرتا ہے غبار اپنے بیابان پہ قربان
ہے ناسخ و سودا میرے دیوان پہ قربان

شکر ہے ترے لب نمک افشاں پہ قرباں ہے یوسف بھی تری چاہِ زنخداں پہ قرباں

جس کا علمِ الفت سے ہے جیبِ جگر چاک
زیبا ہے فرید اس تنِ عریان پہ قربان

بھولے نہ قبر میں بھی میں الطافِ یار کو
کھینچ لایا ہے مزار پہ اس شہسوار کو
گلزار کو فنا ہے اسے کچھ خزاں نہیں

جو خوشی سے خندہ ہے سنگِ مزار کو
تاثیر جذب کتنی ہے اپنے غبار کو
صد آفرین ہے دل کے مرے خار کو

وصلِ نگار و نوبتِ فصلِ بہار ہے
دردوں کا گر شمار کروں روزِ حشر میں
ہر تار رگ ہے رازِ حقیقت کا ہے سرود

مژدہ ہو مے فروش کو اور بادہ خوار کو
لرزہ پڑے گا خوف سے روزِ شمار کو
کیا انتظار دار کے ہے جسمِ زار کو

جل جاتا آگ رشک سے ناصح بھی اے فرید
سنتا کسی سے تیرے جو شعر آبدار کو

جتنا ہے فصل کو رخِ جانانہ سے بال کو
ہے روزِ غم قریب ارے دل زوال کو
اس ابروئے کماں کی نگاہ کا لگا ہے تیر
اے دل تصور ان کا ہے اون کی جا بجا

اتنا ہے فرق بال سے میرے ہزال کو
دانا زوال جانتے ہیں ہر کمال کو
کیا خم پڑا ہے دیکھو فلک کو ہلال کو
گر غور نہیں ہے ماہ ہے کافی مثال کو

جس جا میں ہو رقیب بھی ہم محفل اے فرید
بد جانتے ہیں ہجر سے ایسی وصال کو

جلایا ہم نے جب غم سے نکالا آہِ سوزاں کو
یقیں ہے کفر کو گردیں ترے کوچے سے نسبت
کیا غارت اسی نے دی مجھے جولانِ غمزہ کا
تری قامت رشک سے خجلت ہی آ جاتاں
ترے لب داغ جیسے نے کیا نہ چیز ہر جگ میں
حنا کے رنگ نادری نے کیا آتش پرست اپنا

شرر کو شمع کو خورشید کو برقِ درخشاں کو
حریمِ کعبہ کو عرشِ بریں کو باغِ رضواں کو
متاعِ زہد کو تقوی کو دیں کو دل کو ایماں کو
الف کو نخل کو شمشاد کو سروِ گلستاں کو
مئے کو مس کو یاقوت کو کوثر کو حیواں کو
یدِ بیضا کو شمعِ طور کو خورشیدِ تاباں کو

فریدؔ اس کا نہ ہو گر جلوہ ہم واللہ نہ دیکھینگے
پری کو حور کو غلماں کو رخسار خوباں کو

وصالِ دوست جی چاہیں سن دے گذر تا ہو
پکڑ کے درد کا جھاڑو اور نکالے گرد غیر حق
فراغت پا کے سب اغراض دنیاوی و دینی سے
غلامِ دردمنداں خاکپائے عاشقاں ہو جا
اٹھا کر خود پرستی نیک و بد کی خاکبوسی کر
جو فرمائے تجھے پیرِ مغاں اس کو بجا سمجھیں
سراپا بات اور الحان ہو کے ساز کی صورت
جماعت کہتی ہے جو عمل صالح تجھ سے سرزد ہو
وے کہتا ہوں میں غیر جاناں کا نہیں کوئی
نہ پائیں گے مقید سے سوا اس ذاتِ مطلق کو

خیالِ صورتِ دلدار کو من میں لگاتا رہو
تصور باندھ کر سب صورتوں میں اک تو پاتا رہو
صنم کے غم کے بوٹے وادیِ دل میں جماتا رہو
خراباتِ محبت میں تمامی رقت جاتا رہو
ریا کو ننگ کو ناموس کو آگ کر جلاتا رہو
جو پلوائے تو پیتا رہے جو کھلوائے تو کھاتا رہو
جہاں کو وصف اس کے جن کے ہو دم سناتا رہو
ہمیشہ چشم و گوش اغیار اس کو چھپاتا رہو
اگر صالح و گر بد ہو دکھاتا رہو نبھاتا رہو
بتوں کے آستاں کو اپنی سجدہ گاہ بناتا رہو

فریدؔ اس کو جی چاہے صورتِ خوباں میں دیکھ اسکو
یہی تصدیق کرکے اور خواہش کو بھلاتا رہو

نہیں ہے دونوں جگ میں تیرا ثانی کوئی جانانہ
صنم کے شمع رخسار کو جب دیکھا ہوا ہوں میں
بہشت و کعبہ و عرش بریں سب بھول جاتے ہیں

تو شمع نورِ حق ہے علوی و سفلی نہیں پروانہ
وہ پروانہ کہ شمعِ طور کی ہے مجھکو پروانہ
مجھے جب یاد آتا ہے اسی دوست کا نام

بجان تائب ہو جاتے عشق سے فرہاد و مجنوں
جو سنتے اپنے دور میں میرے درد دل کا افسانہ

نہ مئے کی احتیاج ہے نہ کوثر سے ہے کچھ حاجت
دیا ہے فخر دیں فخر جہاں جبھر کے پیمانہ

ہمارا آئی ہے مجھکو اپنی لب کی کامیابی دے
ارے ساقی نہ دے بھر بادہ گلگوں سے پیمانہ

اگر محروم ہوتے عشق جاناں سے یہ دل میرے
عبث تھا اے فرید اس عالم ایجاد میں آنا

وہ یار جلوہ ہی ادھر کو ادھر کو بھی
جس پر مری نظر ہے ادھر کو ہے ادھر کو بھی

کتنے ہیں شعلہ زن یہاں کتنے ہیں اشکبار
کیا درد کا اثر ہے ادھر کو ہے ادھر کو بھی

نیاز میں اتنا وہاں ہے ناز
یہ عشق کا اثر ہے ادھر کو ہے ادھر کو بھی

حسن بے مثال کی تاثیر دیکھیو
در پردہ پردہ در ہے ادھر کو ہے ادھر کو بھی

ہر مہوشوں میں کھینچتا ہے دل فرید کا
اسواسطے گذر ہے ادھر کو ہے ادھر کو بھی

جسکے دل میں مرض عشق جا کی
نہیں اسکو کچھ حاجت دوا کی

زمانے میں نہ دیکھا غیر ہا تم
مری دل ہے مشابہ کربلا کی

نہ دیکھی ایسی لذت عمر بھر میں
جو لذت پا رہے ہیں اپنے فنا کی

نہیں زاہد کو عند اللہ شد وا شد
جو غیرت ہے بتوں کے آشنا کی

غضب اسکے کو رحمت جانتا ہوں
مجھے ہے اس نئے رحمت خدا کی

تو بے سامان ہے غارت اہل سامان
تجھے حاجت نہیں ناز و ادا کی

فسانہ ایسا ہے کعبہ ملتجی بھی
اڑائے سر پہ اس کے خاک پا کی

ہم کو پسند یار کی بانکی ادا لگی
وہ کس طرح سے پائی مزہ زندگانی کا
تیری نگاہ جس کو لگی مر چکا وہی
آنکھوں سے خون ہو کے جگر میرا بہہ گیا

دل میں لگی جگر میں لگی جان پہ لگی
جس کو ازل سے عشق کی دل میں بلا لگی
پیچ ہے وہ کب نہ بچے جسے تیغ ادا لگی
پان اس کے لعل لب پہ تو چبکر مزا لگی

نیرنگ کا دہر سے پردہ یوں فرمایا
سب کو خوشی سے مجھے نوک جفا لگی

مجھکو ہے نوک جور ستمگر لگی ہوئی
جس دن سے تیرے کوچے میں سویاں ہوں خاک لگ
شایاں ہے شامیانہ غم قبر پر مرے ......
جلتا ہوں نار عشق میں مرتا نہیں ہوں میں
تیری سہیوں کی یاد پہ اے رونق بہار
بنتے ہیں گرد باد بھی اس کے غبار سے
تنہا فریہ کو نہیں روح الامیں کر بھی
یاد آتا ہے حرم میں کلیسا کبھی کبھی
میلان دل کو کفر کا کیونکر نہ فرض ہو
مشتاق تیرے عاشق و معشوق دونوں ہیں

جان پر ہے تیغ دل میں ہے خنجر لگی ہوئی
میرے لئے ہے آتش پہ بستر ...... لگی ہوئی
لیکن ہو جسکو درد کی چھالر لگی ہوئی
گویا ہے تن پہ چرم سمندر لگی ہوئی
ہے دل کو بغض باد احمر لگی ہوئی
جسکو ہے تیرے رقص کی ٹھوکر لگی ہوئی
ہے خاک تیرے پاؤں کی منہ پر لگی ہوئی
جاتی ہے دل سے الفت کعبہ کبھی کبھی
ہے سر میں میرے زلف کا سودا کبھی کبھی
یوسف کبھی کبھی زلیخا کبھی کبھی

میلان دل کو کفر کا کیونکر نہ فرض ہو
مشتاق تیرے عاشق و معشوق دونوں ہیں
کیا اعتماد لطف کا ہو اپنے دوست سے
مانع نہیں ہوں غیر دل سے تجھکو و صنم
شاید کہ میرے طوف میں ہے روح قیس کا
تا تجھ پہ جان فدا کرے میرے طفیل سے
سودائیوں کو باغ ارم سے بھی ہے لذیذ

ہے سر میں میرے زلف کا سودا کبھی کبھی
یوسف کبھی کبھی زلیخا کبھی کبھی
اکثر ہے پاس ایک تنا کبھی کبھی
میری طرف بھی چشم کا گوشہ کبھی کبھی
پھرتا ہے میرے گرد بگولا کبھی کبھی
آتا ہے میرے گھر میں مسیحا کبھی کبھی
جس دشت میں جنوں کا ہے چرچا کبھی کبھی

آرام حشر میں اُسے ممکن ہے کب فہیل
جس کے ہو دل میں عشق کا کھٹکا کبھی کبھی

ایسے محیط ہم پہ کرامت بتوں کی ہے
وہ دل کہ جس کو خانۂ حق کہتی ہے خلق
سنتے تھے ایک بار قیامت ہو کیا ہوا
مجھ سے ان کے کوچے کو حسد کہوں اگر
غیر خدا کو جا نہیں دیتی ہے دل میری
ہے ربط ان کے حق نہیں آتا مجھے نظر

مسجد میں نیز مجھکو زیارت بتوں کی ہے
روز ازل سے ہو چکی غارت بتوں کی ہے
اب رات دن میں مجھ پہ قیامت بتوں کی ہے
واللہ اس میں بہت حقارت بتوں کی ہے
حمد اسی کی ہے جسے ہدایت بتوں کی ہے
مشتاق ہے اُسے لئے رغبت بتوں کی ہے

احمد کا میم جانتا ہوں زلف کو دلیل
اللہ کا الف مجھے قامت خدا کی ہے

افسوس اس سے کہا کہ میں تیرِ جفا چلے
کیا خوار و زار ہو گیا ہوں کوئے عشق میں
پھر کرم سے آکے پھر ستم ایسا کیا
نہ یار سے ہے شکوہ نہ اغیار کی غرض

ہو جبہ نام ننگ کو آگ میں جلا چلے
اس پر علاوہ خلق کو سر پر بٹھا چلے
لاشے مرے کو خاک میں خوں میں رُلا چلے
قسمت جبیں کی جو ہوئی تھی وہی لا چلے

آوارہ جنوں کے جنگل کا ہوں فرید
جس جا میں آئے اس سے مثالِ صبا چلے

اس روئے بے مثال پہ کیا شمع نور ہے
ہے میرے دل میں جان میں ہر آن متصل
غیر کے مارے پھر کرتا ہوں میں تبول
ایک اور طور کا ہوں جہاں میں بنا ہوا
بیدرد ہوں جہاں میں یا دردمند ہوں

پروانہ جس کا جان سے ہوا نور طور ہے
آنکھوں میں میری گرچہ وہ سو کوس دور ہے
مبتلاؤ عاشقوں سے کوئی ایسا نیو رہے
جو دیکھتا ہے مجھے وہ ہوتا نفور ہے
ہنستا ہے جو کہ مجھکو وہ روتا ضرور ہے

جور و جفا کے حد سے یہ کچھ اور ہو فرید
جو دل ہے تیرے سوز سے رشکِ تنور ہے

اپنی محفل سے اٹھانا یار اپنے ہاتھ سے
تیرے ابرو کی تصور میں شب فرقت میں ہم
ہائے کیا رسم ستم ہے ہائے کیا طرزِ جفا
آفریں اے پنجۂ دستِ جنوں سر پر مرے

کرنا اس شوریدہ سر کو خوار اپنے ہاتھ سے
اپنی گردن پر رکھی تلوار اپنے ہاتھ سے
اپنا کر کے پھر دیا آزار اپنے ہاتھ سے
رکھ دئے داغوں کی کیا دستار اپنے ہاتھ سے

ستم کہوں یار رشکِ اعجازِ مسیحا جو کرے
دولتِ دیوانگی اور برکتِ سودائے عشق

اپنے بیماروں کو وہ خونخوار اپنے ہاتھ سے
کر دیا اک جیب تو تو تار اپنے ہاتھ سے

ہے ہجو میں داغِ عصیاں پر فرید امید ہے
دھوئیگا لطفِ خدا اک بار اپنے ہاتھ سے

بہار آئی کہو صیاد کو حکم فغاں دیوے
نہ گل نہ لالہ نہ ریحاں نہ نسریں چاہتا ہوں میں
نہ ہے خواہش بہشتوں کی نہ اعراض دوزخ سے
جی چاہے قتل کر لیوے جسے چاہے آگ میں ڈالے

میرے ہاتھوں میں اب بہرِ خدا میری عناں دیوے
مگر رخصت مجھے اکبار طرفِ آشیاں دیوے
جہاں اپنا لقا دیوے وہاں مجھکو مکاں دیوے
دلے ہر طور میں ایام فرقت سے اماں دیوے

گمانِ موت کرتا ہے غلط اس پر تجھے ای دل
فرید آسا جی کوئی عشق کے مسلخ میں جاں دیوے

بوسہ لب سے میرا عشق بجا کرتا ہے
جس کو وسعت سے تو پیچ ملاؤ رسا ہیں عاری
بو نہیں یار رقیبوں کو مبارک ہووے
ان کو گرم سے بری رہتا ہے لیکن یار د
یان الودہ وندان کا نظارہ بر پا د
وہ مسیحا ہیں کہ چلنے بھی فلک سے ہر روز
ہائے نخچیر تھا اس کا بنایا ہے ہمیں

نشۂ شیرینی سے وہ چند ہوا کرتا ہے
دیکھو کس طرح مرے دل میں سما کرتا ہے
پر خیال ان کا تو آنکھوں میں پھرا کرتا ہے
رات بھر خواب میں اس جا پہ سما کرتا ہے
مجھ پہ کیا برق بلا سیل فنا کرتا ہے
نقشِ پائے ترے کو سو سجدہ کیا کرتا ہے
جس کا اک تیر وہ صد کار قضا کرتا ہے

کتنی آنکھوں سے ہے خون کتنے لبوں سے زندہ
سب ہیں برباد جفائے نگہ سرکش یار

نام بت کا ہے ولے کار خدا کرتا ہے
اک اجل تیری ہے دوری میں جیا کرتا ہے

سو کی مصروف ہیں حسن پرستی میں فریاد
کیوں جہاں ایک سے ہے منت نما کرتا ہے

پیر مغاں کے فیض سے بیگانہ بن گئے
روتا ہوں ذوق خندۂ جاناں کی یاد پر
اے گلعذار و شمع رخسار دیکھ کے تجھے
کیا پوچھتے ہو ہم سے تو احوال ابتدا
دیوانگی سے عشق سے آوارگی سے ہم
مدت تک اس کے ہجر میں سرگشتہ ہو رہا
پیتا بجائے خود کے نہ دیکھا ہے مے کو بھی

کعبے سے یعنی ساجد بتخانہ بن گئے
حسرت اشک کے سبھی دیوانہ بن گئے
بلبل بنے کوئی کوئی پروانہ بن گئے
جیسے تجھے اب تو مضحک طفلانہ بن گئے
پیر و جوان و طفل کے افسانہ بن گئے
غیرت اب اعتقادی جانانہ بن گئے
ہم تو بتوں کے ذکر پہ مستانہ بن گئے

لوگوں کو خانماں مبارک ہو اے فریاد
سودا کی ہم طفیل سے بتخانہ بن گئے

تجھے ہم بیقراروں کی خبر ہووے تو کیا ہووے
اگرچہ عمر بھر میں پائمال دشمنوں کا ہوں
اسی خورشید رو کے نور کی فیضان سے یارو
لبسنداری خدا سے روز و شب میں چاہتا ہوں میں

ہماری بینوائی پر نظر ہووے تو کیا ہووے
ولے اکدن رقیبوں پر ظفر ہووے تو کیا ہووے
شب تیرہ میری رشک سحر ہووے تو کیا ہووے
کہ ہجر یار کی بدلی سفر ہووے تو کیا ہووے

بصد زاری خدا سے روز و شب میں چاہتا ہوں یہ
کہ ہجر یار کی بدلی سفر ہووے تو کیا ہووے

یہ بیتابی یہ بے خوابی یہ بے چینی کہ ہے مجھ پر
اسی حالت میں دلبر کا گذر ہووے تو کیا ہووے

نہیں ہے آرزو واللہ جنت کی مجھے لیکن
مزار اپنی بتوں کی رہ پہ ہووے تو کیا ہووے

فرید ایسی جفا جو کو کہ ہے سفاک ہر ساعت
اگر اک آن محشر سے مفر ہووے تو کیا ہووے

تصور بتوں کا جب آیا ہمے
راہ دین کا سب بھلایا ہمے

قیامت نزنہ ہے جو میرے دل میں
مچا شور و غوغا دکھایا ہمے

میں سنتا تھا دوزخ ہے کافر کی جا
یہ کیا ہے کہ کافر جلایا ہمے

میں مر جاؤں اس بت کے پاؤں کے بیچ
یہی آرزو ہے خدایا ہمے

شب و روز یہ چاہتا ہے فرید
رہے یار کا سر پہ سایہ ہمے

جو جمال حضرت دلدار پہ مفتون ہے
خاک اس کی کو پاؤں کے فرہاد اور مجنون ہے

عاقبت وہ کعبۂ مقصود سے مشرف یاب
نذاو جس کا طائر الفت میں جگر کا خون ہے

معجزات عیسوی ہیں ان کے آگے عین عجز
جن کو اک بوسہ دیا تیرے لب میگون ہے

چشم ہو ابرو ہو خال و خط ہو رخ ہو زلف ہو
اپنی اپنی جا پہ سب مطبوع ہے موزون ہے

دیکھ کے تیرا سخن کہتا ہے عالم اے فرید
سحر ہے جادو ہے یا اعجاز کا مضمون ہے

جب مجھے یاد دلارام کا گھر آتا ہے
جنت آنکھوں میں جہنم سے بتر آتا ہے

فخر کے فقر کو دیکھا ہے میں جب یارو
فقر اور دل کا مجھے نقر نظر آتا ہے

لائق دید رخ حضرت دلبر کا ہے وہ
بت پرستی میں جسے خوب ہنر آتا ہے

غیر کے وہم کو یکبار جلا دیتا ہے
آتش عشق کا جب دل میں شرر آتا ہے

صبح کو ماہ رخ آغوش سے جب جاتا ہے
روز آتا ہے ولے روز حشر آتا ہے

نظم سنجی تیرا دیکھ کے اعجاز فریدل
آفریں کے لئے دہلی سے ظفر آتا ہے

جو کہ دلدار کے کوچے میں قدم پاتا ہے
جنوں میں بھی مزہ اس کو نہیں آتا ہے

اس کو کیا اطعمہ اور اشربہ سے لذت ہو
جو کہ درد و غم و حسرت کی غذا کھاتا ہے

رند سرشار ہو یا زاہد ہشیار بھی ہو
مطرب عشق ہی سب تیری ثنا گاتا ہے

کیا ہے خلقت بری اے یار کچھ انصاف کرو
آہ و نالے سے ہوا اور نہیں بھاتا ہے

ایسے جینے سے مجھے موت ہے درکار فرید
کرکے تنہا مجھے دلدار چلا جاتا ہے

ہر رنگ میں ظہور ہے بیرنگ یار کا
پرتو ہے گر خزاں میں کہ جلوہ بہار کا

جب ہر مکان میں خانہ ہے اُس گلعذار کا
اے دل سبب بتاؤ مجھے اضطرار کا

ہستی ہے وہ کہ جست اور جست ساز ہے
کیا اعتبار ہستی ناپائیدار کا

تنہا نہ مجھے یار کے انداز نے مارا
کچھ زلف نے کچھ چشم فسوں ساز نے مارا

اور ان کے لئے قوت روح جان
مجھکو مسیحا ترے اعجاز نے مارا

ظلمت میں شب ہجر کی اے صبح سحر خیز
اپنی مجھے آہ اور تیری آواز نے مارا

غضب اس کے کو رحمت جانتا ہوں
تو بے ساماں ہے غارت اہل ساماں

مجھے ہے اس لئے رحمت خدا کی
تجھے حاجت نہیں ناز و ادا کی

فرید ایسا ہے کعبہ ملتجی بھی
اڑائے سر پہ اس کے خاک پار کی

جیسے شاہ عشق نے دل کو کیا تسخیر ہے
سنگدل جیسا ہو میرے روبرو ہوتا ہے موم
میں ہوں شاہ اور ملک غم ہے خون دل میرا شراب
جو آتے کا سبب کچھ مجھکو فریاد دیجئے
رشک صد دانا ہے حسرت کہ آزادوں کی ہے
سیم سے مطلب نہیں زر کی نہیں خواہش کبھو

دشت و صحرائے جنوں مجھکو دیا جاگیر ہے
یہ میری صورت میں حضرت عشق کی تاثیر ہے
خار حسرت باغ ویرانہ میری تیر ہے
غیر دل دینے سے مجھکو اور کیا تقصیر ہے
جوں سے دیوانہ دل کو زلف کا زنجیر ہے
خاک اس کی کو چیکے میرے لئے اکسیر ہے

کیا ہو کچھ حاجت اسے شیخ و برہمن کی فرید
جس کا نہ پیر طریقت وہ بت بے پیر ہے

جس کے ہیں دلمیں تیری عشرت حسرت کے مزے
انس سے درد کیا تحفہ ایسی ہے لذت پیدا
نہیں آتی ہے مجھے پریوں سے نہ حور دل کو کبھی
اپنے نمکیں کی قسم تلخ ہو شریں اس کو
سیر بستاں سے بار باب طرب موسم ابر

اس کو ہیں عین مصیبت سبھی عشرت کے مزے
نار دوزخ میں مجھکو گل جنت کے مزے
جو جو آتے ہیں سگ یار سے الفت کے مزے
دیکھے فرہاد گر اس کان ملاحت کے مزے
آئیں کیا جیسے ہیں مژگاں کے شرارت کے مزے

رشک میرے سے نہ کیونکر ہو مسیحا مجروح
ہیں جگر میں تیرے تیر دل کے جراحت کے مزے

قطعہ
بر باد کرے ستم ایجاد فرید
اس سے دو چند مجھے آتے ہیں راحت کے مزے

حقیقت مجھکو رخ صورت مجازی میں دکھایا ہے
بتوں کے ناز و نخرے میں خدا کا نور پایا ہے

قباحت کو ملاحت دیکھ کر دیکھو ملاحت ہے
سمجھکر جہات پاؤ یار ہر ہر میں سمایا ہے

بدایت میں محبت تھی نماز و روزہ و حج کی
ولے اجو بتوں کے پاؤں کو کعبہ بنایا ہے

جسے غائب سمجھتی ہے سبھی مخلوق اے یارو
اسی غائب نے میرے دل سے سب حاضر بلایا ہے

تم اپنی چشم دل سے سوچکر دیکھو اے لوگو
کہ ہر ہر جا میں میرے یار نے ڈیرہ جمایا ہے

کہیں ہم بستر عیش و طرب خوبوں کی صورت میں
کہیں آوارہ بنکر دشت میں گرد اڑایا ہے

کہیں بستان میں گل ہے سرو ہے سنبل ہے نرگس ہے
کہیں پریاں میں خار و خس سے روپ اپنا دکھایا ہے

کہیں انداز و ناز و عشوہ و غمزہ کا ساماں ہے
کہیں دیوانہ دل اور دیدۂ پرنم کا مایا ہے

قطعہ
ارشاد دکھا کر رو۔ لباس فخر عالم میں
فرید آزاد دل کو زر خریدا اپنا بنایا ہے

خدنگ ناز خوباں کا جگر میرا نشانہ ہے
شہید عشق ہوں نزہت پہ کعبہ شامیانہ ہے

دعائے گیسوئے خمدار کیوں واجب نہ ہو مجھپر
تیری زلفوں میں میرے مرغ دل کا آشیانہ ہے

فقط اک میں نہیں تنہا ہوں اس کی جور سہنا کی
بلائے عشق کا مارا ہوا سارا زمانہ ہے

یہ چشم مست ہے یا تیر ہے ہم بیگنا ہوں کو
وہ زلف دلربا ہے یا ہمارا جیل خانہ ہے

سخن مجھ سے خلافِ عقل واقع ہو تو جانے دو
یہ چرچا عاشقانہ ہے نہ بحثِ عاقلانہ ہے

ارے حارص عبث ہے حرص اس دنیائے فانی کا
فنا جسکو نہیں ہے وہ توکل کا خزانہ ہے

میں وہ معشوق ہوں ادبار کا ہے سرمہ آنکھوں میں
اسیر زلف ہیں اپنے حور کے ہاتھوں کا شانہ ہے

جوان و پیر طفلوں کی زباں پر یہ ترانہ ہے
فریدؔ اب عرش تک سب تیرے دردوں کا فسانہ ہے

خوں جوش میں ہے لب پہ تو فریاد نہیں ہے
سر منتظر قطع ہے جلاد نہیں ہے

ہم کہتے ہیں فرہاد میں شیریں نہیں کوئی
وہ کہتے ہیں شیریں نہیں فرہاد نہیں ہے

کچھ شکر و رو و ر میں تیری کہ جفا کیش
عاشق سبھی ناشاد ہیں کوئی شاد نہیں ہے

بیداد گرا جور پہ کچھ رحم بھی ہووے
یہ پارہ دل پارہ فرہاد نہیں ہے

دل طالبِ حق تائبِ خوباں سے بن جاوے
اس ہستی موہوم کی بنیاد نہیں ہے

ہے شکر کہ میرے مذہبِ شوریدہ میں یہ دل
نظارے میں بت کے بھی خدا یاد نہیں ہے

جان و دل سر بکف آئے ہیں فریدؔ آج
افسوس صد افسوس کہ صیاد نہیں ہے

دل میرے اس کی جور و جفا سے بگڑ گئے
یہ مخزن بلا تو بلا سے بگڑ گئے

سادے تھے جب کہ بُول نہ تھا ایسا غرورِ بت
ان کے مزاج ناز و ادا سے بگڑ گئے

کرتے تھے جو جو منع نہ کرتا اُن کو میں
میری مراد میرے حیا سے بگڑ گئے

رہتی تھی مجھ کو شادی باغِ وصال کی
آخر وہی خزاں نے بقا سے بگڑ گئے

غم کھانے کا اگرچہ مجھے اشتہا بھی تھا
القصہ طبع فرطِ غذا سے بگڑ گئے

میری خوشی نہ بگڑی کسی طرح ویسے جب
پیکِ صبا کے اہلِ سبا سے بگڑ گئے

معکوس وضع دہر کی دیکھو فرید اب
شفقت اسی کی میری وفا سے بگڑ گئے

دیر میں قربت کا فروش خود کام آوے
بت پرستی کے لئے کعبہ سے اسلام آوے

حضر حسرت سے میری ایسا کہ کب زندہ نہ ہو
گر جفا جو سے مجھے قتل کا پیغام آوے

چھوڑے عیسیٰ کو نصاری سبھی ساجد ہوں میرے
جیسے مجھے یار دشناموں کا انجام آوے

رنگ روئے سے باؤں آتشِ گلزار ارم
گر تصویر میں میرے شاہدِ گلفام آوے

کعبہ [illegible] سے خانہ بنے گنبدِ مسجد سبھی خم
مجھ سا گر حج پہ کوئی رند مے آشام آوے

لہو پینے میں کئی عمر ارے ساقیٔ دہر
گردشِ جام کے کب گردشِ ایام آوے

عاشقوں کا جو ہے انجام ہو آغاز میرا
ایسے آغاز کو اب کیسا سرانجام آوے

مجھ سا پختے کا فرید ایسا بنا ہے احوال
الامان عشق کے گر ہاتھ کوئی خام آوے

دار الحرب کو جاتے ہیں اک بت کے واسطے
اسلام کو گنواتے ہیں اک بت کے واسطے

نام و نشان بھلاتے ہیں اک بت کے واسطے
شرم و حیا گنواتے ہیں اک بت کے واسطے

غیروں کے یار اٹھاتے ہیں اک بت کے واسطے
طعنے ترے کھاتے ہیں اک بت کے واسطے

گو غریب مسجدوں کے ہیں گر زینت کنشت
کیا مکر و فن بناتے ہیں اک بت کے واسطے

ہندو کہاں بناتے ہیں مومن کہاں فرید
ہر ڈھنگ میں سماتے ہیں اک بت کے واسطے

عشق کے کوچے میں جس پر بے شعوری ختم ہے
جتنا یہاں ہے نیاز عاشقانہ کا کمال
اتنا نہ تھے عمر بھر میں قیس اور فرہاد کو
کس طرح ہو کار جا ہر بُت بد کیش پر

مکتب علم و عمل ہے اس پہ دُوری ختم ہے
اس صنم رشک پری پر ناز حوری ختم ہے
اشد اشد میری جاں پر سند بوری ختم ہے
جب سے فخر حسن سے غرور غروری ختم ہے

جیسے یہاں ہے فریاں طلب موسائی تمام
فخر عالم پر ظہورِ نور طوری ختم ہے

غم اس کے دل کو خاک کیا توڑ توڑ کے
اے چرخ میری خاک بدن سے تو بعد مرگ
دلبرے مے کدے میں ہم جام جیسے ہم

سیکھو اسیا کی طرح پھوڑ پھوڑ کے
رندوں کو مے پلاؤ سے پیمانہ جوڑ کے
بیٹھوں لب لمیز سے پاؤں سکوڑ کے

رضوان آرزو ہے شب و روز اے فریں
بیٹھے گا اس کے کوچے میں جنت کو چھوڑ کے

قضا کی تیغ سے وہ ابروئے خمدار بہتر ہے
زلیخا کی محبت سے ہمارا عشق ہے افزوں
مجھے تیری نگاہِ مست کی سوگند ہے جاناں
تو اپنے زہد بے حاصل پہ مت نازاں ہو زاہد
خدائے خیر ہو واعظ کو کل مسجد میں کہتا تھا
زحوروں سے ہے دل مائل نہ غلماں کی کچھ حاجت ہے

قد کے تیرے تیری نگہ بیمار بہتر ہے
اور اس کے یار کنعانی سے میرا یار بہتر ہے
کہ عیسیٰ سے تمہاری چشم کا بیمار بہتر ہے
کہ تیری رشتۂ تسبیح سے زنار بہتر ہے
کہ صد ایمان سے کفر طرۂ طرار بہتر ہے
مجھے تو اپنے فخر الدین کا دیدار بہتر ہے

فرید اب اٹھ گئی ہے خواہشِ دیر و حرم دل سے
کہ میرا سجدہ سوئے کوچۂ دلدار بہتر ہے

کیا دل میں جب نزولِ محبت خدا کی ہے
ہر لحظہ میری جان پہ رحمت خدا کی ہے

موجود کی طرف سے نہ سمجھوں بتوں کو ہم
بے واسطہ انہوں کو خلافت خدا کی ہے

مظہر کو عین ظاہر سمجھیں نہ جو لیں گے
جس غیر جانا اُس پہ تو لعنت خدا کی ہے

محروم جو ہیں بُت سے خدا سے بھی دور ہیں
بندے ہیں بُت کے جنکو ہدایت خدا کی ہے

مومن نہیں شراب سے جن کو نہیں نصیب
ساقی ادھر کو دے کہ شفاعت خدا کی ہے

دوزخ بہشت ایک ہے مشتاق یار کو
عاشق کو دو جہاں میں ضمانت خدا کی ہے

ہرگز فرید دامنِ پیرِ مغاں نہ چھوڑ
خواہش تجھے جسے لطف و عنایت خدا کی ہے

گل رُخ سبھی غلام ہیں اُس گلعذار کے
سلطان حسن بندے ہیں اس شہسوار کے

نہ یار ہے نہ جبر ہے نہ اختیار ہے
دیکھو میں ناتواں پہ ستم روزگار کے

سوزش ہے بعد مرگ بھی اتنی کہ حشر تک
آتش فشاں ہیں سب مرے سنگِ مزار کے

ناسور دل میں آبلہ پا میں جگر میں داغ
کیا خوشنما ہیں پھول ہماری بہار کے

جو پاکباز جگ کے ہیں سب ان میں قید ہیں
کیا کیا ہیں پیچ زلف کے ہر تار تار کے

ہل من فرید کہتے ہیں تیروں کے واسطے
نخچیر جو ہیں اُس بُتِ عاشق شکار کے

جنت کو جا کے رشکِ جہنم بناؤں میں
جتنے فرید دل میں ہیں اب جوشِ نار کے

گل خوں کے ہجر سے کیا لالہ زار آنکھوں میں ہے
آج گل شوریدہ بختی کی بہار آنکھوں میں ہے

دیدہ گر ظلمت پہ پڑ جاتی ہے ہو جاتا ہے نور
شاید اس خورشید رو کی انتظار آنکھوں میں ہے

ہمدمو مجھکو مزہ ہو عمر بھر کیونکر نصیب
خار حسرت کے ازل سے خار خار آنکھوں میں ہے

دیکھ کر خیبت کو دشت اور غول خورد کو کیا
آج کس وحشت کے صحرا کی غبار آنکھوں میں ہے

سینکڑوں طوفان برپا ہو چکے ہیں اشک سے
قطرہ کیا کہئے کہ بحر بیکنار آنکھوں میں ہے

یا الٰہی ان دونوں میں اپنے بت کے شوق سے
جان زار اور حسرت دل بیقرار آنکھوں میں ہے

جن گیا ہوں میں پری و حور کا قبلہ فریل
بارک اللہ جسکے تصویر ونگار آنکھوں میں ہے

میرے کاشانۂ ویرانے میں جب جانانہ آتا ہے
تب اس دیوانۂ دل کو کچھ قرار خانہ آتا ہے

خدا جانے قیامت سے نہیں ڈرتا ہے وہ کافر
کہ ہر دم میری خونریزی پہ بے باکانہ آتا ہے

زیادہ کعبہ اور اقصٰی سے کرتا ہوں ادب اس کا
میرے مشتاق تب آنکھوں میں گر بتخانہ آتا ہے

الٰہی کس شرابی کی چشم ہے دل کو بیتابی
کہ میری خاکبوسی کے لئے میخانہ آتا ہے

عجب ہے اسے فریل اسلام سے بیزار کر مجھکو
ابھی آغوش میرے میں وہی ترسانہ آتا ہے

سو جو دیکھے جگ میں اسم صفات حق ہی
اسم و صفات کیا ہے خود عین ذات حق ہے

زاہد کی حق پرستی ہے مثل بت پرستی
اور عاشقوں کے آگے خود سومنات حق ہے

جس کو کرے گا سجدہ کس طرح نا روا ہے
جس کے نظر کے آگے لات و منات حق ہے

پیرِ مغاں ہے میرا مسجود و کعبہ دل
آزردہ جس کا دل ہو غیرِ خدا سے اے دل

واللہ یہ بات حق ہے واللہ یہ بات حق ہے
اس کی سن و تو ئی خود عینِ ثبات حق ہے

انکار حق و باطل ہے اے فریں باطل
جب شیخ کہدے سب کائنات حق ہے

میں فقط پیدا ہوں وصفِ پنجتن کے واسطے
جو محبت میں مرے غنچہ دہن کے واسطے
ہے بجا کعبہ کرے گر میرے مرقد کو طواف
خاک غربت تجھ پہ ہوں قربان تیری لطف کے

تشنہ ہے کوثر میرے ذوقِ دہن کے واسطے
چادرِ گل چاہیئے اس کے کفن کے واسطے
دل میں ہے سوزش بتِ ایماں شکن کے واسطے
کچھ خیال آتا نہیں حب وطن کے واسطے

نام میرا سُن کے راحت بھاگ جاتی ہے فریں
میں ہوں سگِ آستاں جناب رسول کا
اک کمترین غلام ہوں اصحاب پاک کا
اے دِل غم الفت کا اُٹھانا نہیں اچھا
کشتہ ترے خنجر انداز نگہ کا
زمانے میں مرے مجروح دلکو تیر ہے اسکا
مرے آزاد دل میں کس طرح ہو چاہ دنیا کی
میں ہوں سگِ آستان رسا لتماب کا
عثمان کا علی کا حسن حسین کا
ہزار آشوب زلفوں پہ نہیں لاکھوں فتنہ آنکھوں کی
ہر ایک نوک خنجر دلکو ہے تو نوح کی توت

ہاں مگر آیا ہوں میں رنج دشمن کے واسطے
شکر خدا کہ پایا ہے رتبہ قبول کا
اک کمترین بندہ ہوں آلِ بتول کا
یہ بارِ گراں سر پہ چڑھانا نہیں اچھا
مرکز سے مرے آنکھ چرانا نہیں اچھا
کہ نہ اُستا ہے کوئی نہ کوئی پیر ہے اسکا
کہ یوسف اپنے کیسکو چیکہ خاک اکسیر اسکا
ابن قحافہ کا ابن خطاب کا
اور خواجگانِ چشت عالیجناب کا
فریب و خورد نمکی کا جبر چاہیں میگوں پر
بذیکو نکھ خندہ زن آنسوں کے قطرے ہو دین میوں پر

محبوب حق ہے خواجہ خدا بخش نام سے
دونوں جہاں میں بندے سب اس میں کام ہے

برحق خلیفہ حق ہے اور نائب رسول ؐ
نور نبی ہے شمس وہ ماہ تمام ہے

ہے کحل چشم حور کا اس کی غبار رہ
مجھ سا اک اس کے در کا جو عاصی غلام ہے

شہنشاہوں کا شاہ ہے شیخوں کا شیخ ہے
عالی مقام سب پہ وہ عالی مقام ہے

خلوت کدہ ہے خاص اس کی حریم ذات
اور عرش جس کا فرش ہی دربار عام ہے

دونوں جہاں کا تیرا غضب اختلال سے
کون و مکاں کا تیرا کرم انتظام ہے

جو نور لم یزل ہے سب ہی تجھ میں ہے عیاں
جو حسن لایزال ہے تجھ پہ تمام ہے

زاہد کو نار سے ترے سے ہے نجات
ملک فنا و فقر کو تجھ سے نظام ہے

زندانہ وحشی بری ہوں ترے ذکر سے مگر
تیری ثنا کا ورد مجھے صبح و شام ہے

نام خدا رسیدہ ہے خود سے چھپائے خلق
دل جس کا تیری دام محبت کا دام ہے

ہے شیخ تیری الفت کا اسے ہادی سلوک
اور ان کی انتہا پہ پہلے کا کام ہے

سب کے نصوص چار ہیں میرے یہ تین ہیں
قرآن ہے حدیث ہے تیرا کلام ہے

محو ہوں میں آنکھیں سیہ مست یار کا
گویا میرا دماغ ئے خالص کا جام ہے

جس کو ہے ترے آل کی حق میں خیال ضد
ملعون ہے زنیم ہے ولد الحرام ہے

مقطع

چاہے قبول کر اسے چاہے نہ کر قبول
شاہ فرید تیرا ازل سے غلام ہے

مجھے جب سیر جاناں کی گلی کی یاد آتی ہے
وہ آخر ملک وحدت کے شہنشاہی کا مالک ہے
ہمارے ساتھ کیا نسبت ہے فرہاد اور مجنوں کو
مزے سے رشک لذات جہاں اور حور ہوتا ہوں
کمال عشق دیکھو جبکہ جاتا ہوں گلستاں میں

مختلف
جگر سے دل سے جان سے فریاد آتی ہے
جیسے کشور ، دل عشق سے آباد آتی ہے
طریق عشق میں جو مجھ سے استعداد آتی ہے
جگر میں جیسے نوک ناوک صیاد آتی ہے
زبان پر برگ گل سے صدا بہار کی یاد آتی ہے

غلامی فخر دیں کی اس کو ہے شایان عالم میں
فریاد آسا وہ دل غیر جو غیر سے آزاد آتی ہے

مدرسے کو فنا کروں یہ نہ کروں تو کیا کروں
چھوڑ زہد و خانقاہ بنکر مرید میکدہ
عمر تک یار نے مکھڑا نہ دکھایا ہم کو
عشق بازی میں عجب خارق عادت میں نہاں

بت کدے کی بنا کروں یہ نہ کروں تو کیا کروں
عشق کو پیشوا کروں یہ نہ کروں تو کیا کروں
کرکے مایوس حیات سے جو آیا ہم کو
رستگاری کا مزہ دام سے آیا ہم کو

نوح کی روح بھی غرق آب فنا کی ہو گی
آئے گا غم میں اگر رونے کا رلایا ہم کو

وہ جنگ کے لئے آتا ہے سامان نئے نئے
تقتل ہے میری طرف کو ان کا خیال دل
گر سوز و گر گداز ہے درد کا ہے غم
سلطان عشق سے مجھے انعام میں ملے
اتنے نہیں فلک پہ ستارے زمیں پہ حسن

کرتا ہے قتل گر وہ مسلماں نئے نئے
غیروں کے پاس آتے ہیں احسان نئے نئے
آتے ہیں دل کے خانے میں مہمان نئے نئے
صحرا نئے نئے ہیں بیابان نئے نئے
بیٹھے ہوئے ہیں عاشق جاناں نئے نئے

میں غمزے کی عیاری سے کیا کیا کہوں فریدیا
ہردم ہے دلمیں خنجر پیکاں نئے نئے

وہ مرض سے ابدالدہر مبتلا ہووے
بغیر اس بتِ بدکیش رشکِ عیسیٰ سے
فلک ہو روضۂ اس کا کفن ہو چادر مہ
ہزار زہد قربان ہو اس کے قدموں پہ

صنم کے درد میں جو طالب دوا ہووے
بخلط سحر کجا معجزا ادا ہووے
جبی کا یار کے پاؤں میں سرفدا ہووے
جو دل کے صدق سے رندوں کا خاکپا ہووے

روا ہے اس پہ ستم تجھکو عشق میں تیرے
فریدی جیسا اگر کوئی دوسرا ہووے

ہر آن دل میں درد ہے اور اضطراب ہے
میں تشنۂ غم ہوں خونِ جگر کا شراب ہے
شعلہ ہے برق رشک ہے باران غم ہے رعد
اس بے وفا سے آشنا میں یا یہی ہوں مدام

رشکِ تنورِ نوح کے چشم پر آب ہے
میرے لئے میرا دل بریاں کباب ہے
فرقت کی شب ہے یا یہ غضب کا سحاب ہے
بیداری میں جی آوے تو سمجھوں یہ خواب ہے

جس پر ورود نکتۂ وحدت کا ہے فریدیا
وہ جان و دل سے خاک رہ بوتراب ہے

میرا ہے جس نے مجھکو مجھے اس کی چاہ ہے
اتنا محیط عشق جو دل کا ہے میرے پہ
حیف شاہ عشق آیا ہے جان و دل خراب

میں ہوں پتاں اس کا وہی میرا ماہ ہے
جو بت نظر میں آئے گا سمجھوں اللہ ہے
دیکھو رقیبوں سے کیا اس کا رفاہ ہے

شاید گر شاہ ناز پہ نصرت ہو مجھکو آج
آتش سے جس کے شور و فغاں ہی جہانیں
زاہد پہ جو گناہ ہے ہم کو ثواب ہے
بتخانہ و مسلجد ہوگا نہ ہوگا کیا
دونوں کے حق میں جس کو ہے اک ذرہ خلاف

جتنے نیاز کے یہاں بے حد سیاہ ہے
یا شعلۂ جہنم ہے میرے آہ سے
جو مجھ پہ ہے ثواب وہ اس پر گناہ ہے
میخانہ ہو مقیم کہ میری پناہ ہے
حق دو زن جگ میں اس کو کیا روسیاہ ہے

کس طرح دیر و کعبے سے معرض نہ ہو فرقہ یہ
جس کا بوئے خانہ خمار راہ ہے

ہر ایک ساعت میں سو طرز جفا کے
مسیحا نے اگر میری دوا کی
سندر سا ہوں خوش نار جفا میں
اگر کھائینگے میرے استخواں کو
شہیدانِ محبت کی خبر لے
زلیخا دیکھ کر تجھکو کہا ہے
میں جینا چاہتا ہوں وصل ہے ہجر
تیری تیر نگہ کے وصف سن کر
نہیں کوئی کہ آسے کانٹا نہ ہوگا
سر گیسو سے مشکل ہے رہائی

ستم کے شعلہ بازیگے وفا کے
خطا کے اور غلط کے ناسزا کے
قسم ہے اس جفا جو کے جفا کے
جلے پروں میں تاثیر ہما کے
گلی تیری ہے رشکِ کربلا کے
حسنِ یوسف نے اپنے ادعا کے
عجب الٹی ہے تاثیر دعا کے
لرزتے پھرتی ہے تیغ قضا کے
یہ ناگن دیکھئے زلفِ دوتا کے
کرشمہ کہا ہے تصویر بلا کے

رہوں گا انتہا تک ہمدم غم
کبھوں کیا ہو نہیں سکتی ہے اے دل
نہ چھوڑ آشنا کا نام باقی

میری یہ آرزو ہے ابتدا کے
شکایت اپنے طالع نارسا کے
یہ کیا ہے بد خو ہے اس ناآشنا کے

فریدا اپنے ہے روز ازل سے
غلام اور خاکپائے صوفیا کے

ہجرت میں تیری یاد پہ برباد جہاں ہے
دل کو ہے خلش تن کو طپش جاں کو حرارت
فرقت میں ہے اندوہ صنم کو ہ ملامت
قبلے سے بھی کفار سے نفرت ہی زیادہ
بے وقت جنوں پر میری کیوں ہنستی ہے زنجیر
زاہد نہیں خواہش مجھے فردوس بریں کی

اللہ کے جز وصل کا میعاد کہاں ہے
خوں جگری آنکھوں سے ہر لحظہ رواں ہے
بچنا نہیں ممکن کہ گراں بار گراں ہے
شاید کہ میرا کعبہ دیں کوئی بتاں سے
ہوں پیر ولے عشق کا جولان جواں ہے
داغ غم عشق اپنے لئے باغ جہاں ہے

ہے نہ گل اور نہ ساقی و نہ مطرب
ہیہات فریدا آج کیا بد ور خزاں ہے

غم فرقت کے نشتر سے جگر کا خون جاری ہے
کہو دلبر کو تیرے گھر سے اب رخصت ہماری ہے
وچو میں ایسا جانتی پیت لاون دکھ ہو!
مگر ڈھنڈورا پھیرتی پیت نہ لاوے کو
جگر پہ خون، دل پہ درد، تن کو بیقراری ہے
جوڑا بجوروں مانگ اجاڑوں گجلا کان تر رو!
دیکھو عشق کے معاملے آن بوچھے کو۔

ہُوا بیزا باپ اور ماں بھی سب الفت بساری ہے

آنکھوں میں سو کانٹا اور سُولی سہوں پچاس ایکو دکھ نا سہوں کہ پیا اوروں کے پاس
وہ کب جیوے جس کے یار کی اوروں سے یاری ہے

کانگا کرنگ پنچوڑیو سب چُن کھایو ماس یہ دو نین نہ کھائیو کہ پیا ملن کی آس
ازل سے دل کو ان کے دیکھنے کی انتظاری ہے

آہ کروں تو جل جلے اور جنگل بھی جل جائے یہ پاپی جیرا نہ جلے کہ جس میں آہ سمائے
نہ مرتا ہوں نہ جاتی ایک حسرت کی انگاری ہے

جیسے پیت چکور کی چاندا نہ مانے لہنی توڑ نبھا ہی اُس کی وہ جانے
وہ چاہے کرے میری اس کی بیش زاری ہے

پیتم کو پتیاں لکھوں اوپر لکھوں سلام جس دن کی تم بچھڑی میری نیناں نیند حرام
فریدا اُس کو ہے کب آرام جس کو زخم کاری ہے

بجانب حضرتِ خوباں کا ہوں مرید غلام نہیں ہے مجھ کو شیوخ اور برہمنوں سے کام
دہن میں آہ جگر میں شرار، دل میں آگ جحیم سے ہیں بدتر مجھ بے ہجر کے ایام
جو ہوا شیدا ازل سے بتوں کا اِک بار ہمارے عرف میں وہ ہو چکا ہے نیک انجام
بتوں نے جس کے دل و دیں کو کر لیا غارت خدا نے اس کو کیا شاہ و ملک دین اسلام

فریدا اپنے عقیدے کو میں نے کیا ہے میان
جو معتقد ہوا اُسی کا اُسی کو مجھ سے سلام

فریدی حضرات توجہ دیں

مولانا روم فرماتے ہیں۔ ؎ یک زمانہ صحبت با اولیا۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔ اور فرماتے ہیں ؎
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا۔ گو نشیند در حضور اولیا۔ ہم تم سب آرزومند ہیں۔ کہ خدا یا کسی ولی کی صحبت کا شرف عطا فرما۔
مگر قسمت ''مگر دنیا و دولت قربان کرنے سے کوئی مشکل نہیں۔ یہی توجہ ہے۔ کہ ہم نے جب سے دنیا سے پیار رکھا۔
اسیوقت سے اپنی سیر ملکوتی سے محرومی کا نشانہ بن گئے''۔ فریدیو! اگر چاہتے ہو۔ کہ ہمیں ایکبار اُس غوثِ زماں
حضور خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ والغفران کی صحبت کریمہ سے حصّہ مل جائے۔ تو آپکے لئے نہایت سہل طریقہ تیار
ہو گیا۔ جس میں فقط ایکبار نہیں بلکہ بار بار اُس ابرِ رحمت سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملتا ہے۔ ایک دن نہیں۔ بلکہ
ساری زندگی کے لیے۔ فقط فریدیوں کیلئے نہیں بلکہ ساری خلقِ خدا کیلئے نعمتِ عظمٰے ہے۔ بشرطیکہ پیرو
مرشد سے دنیا پیاری نہ ہو جائے۔ وہ طریقہ یہ ہے۔ کہ حضرت کے وہ ملفوظات جو آپ کی حین حیات میں جمع
ہوئے۔ آپ اُن کو زیرِ مطالعہ رکھیں۔ مگر وہ اس وقت نایاب ہیں۔ ہم نے آپکی سہولت کیلئے ان کا اُردو
ترجمہ کرایا ہے۔ مگر سرمایہ کی قلت کے سبب سے کام رکا ہوا ہے۔ آپ اگر ان مریدوں سے ہیں۔ کہ جنکو خود حضور
فرماتے تھے۔ کہ میرے کل اڑھائی مرید ہیں۔ مرید تو ویسے بہت تھے۔ مگر ان حضرات میں جان و مال قربان کرنے کا
مادہ تھا۔ آپ بھی جان و مال کو قربان کرتے ہوئے ذیل کے معروضات پر عمل کر دکھلائیں:۔

(۱) تمام ملفوظات کی تیاری کیلئے دو ہزار روپے ۲۰۰۰ وقف فرمائیں۔ یا فقط حصّہ اوّل کیلئے تین سو روپیہ ۳۰۰ قربان کریں۔ ایک صاحب یا کئی صاحب مل کر۔ (۲) تمام ملفوظات کیلئے پانچ روپے ۵ یا فقط حصّہ اوّل کیلئے ایک روپیہ ۱ پیشگی دیکر رسیدیں لیں۔ جن حضرات نے اس کام میں حصّہ لیا۔ ان کے اسماء ملفوظات کی فہرست میں درج کرینگے۔ رقم بھیجنے کا پتہ:۔

حافظ عبدالغفور فریدی
ناظم مدرسہ اوّل مسجد حفظ
مدرسہ منبع الفیوض [illegible]